سورۃ اعلیٰ

آیاتہا ۱۹ | ۸۷ سورۃ الاعلیٰ مکیۃ ۸ | رکوعہا ۱

جمہور کے قول کے مطابق یہ مکی ہے۔ ضحاک نے کہا: یہ مدنی ہے۔ اس کی انیس آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱

''(اے حبیب!) آپ پاکی بیان کریں اپنے رب کے نام کی''

قاری کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھے تو اس کے بعد وہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی نقطہ نظر ہے جن کا ذکر بعد میں ہو رہا ہے۔ جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو حزقیائیل کہتے ہیں جس کے اٹھارہ ہزار پر ہیں ایک پر سے دوسرے پر کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اس کے دل میں خیال آیا کیا تو طاقت رکھتا ہے کہ تو تمام عرش کو دیکھے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اتنے ہی پروں کا اضافہ کیا۔ اس کے چھتیس ہزار پر ہو گئے ایک پر سے دوسرے پر کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی: اے فرشتے! تو اڑ۔ وہ بیس ہزار سال تک اڑتا رہا تو وہ عرش کے پائیوں میں سے ایک پائے تک نہ پہنچ سکا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے پروں اور قوت میں اضافہ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اڑے وہ تیس ہزار سال تک مزید اڑتا رہا تو وہ بھی نہ پہنچ سکا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی: اے فرشتے! اگر تو اپنی قوت اور پروں کے ساتھ صور پھونکنے تک اڑتا رہے تب بھی میرے عرش کے پائے تک نہ پہنچ سکے۔ فرشتے نے کہا: سبحان ربی الاعلیٰ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ تم اسے اپنے سجدہ میں رکھ لو؛ ثعلبی نے یہ روایت اپنی کتاب العرائس میں ذکر کی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سدی نے کہا کہ اس آیت کا معنی ہے: اپنے بلند و برتر رب کی عظمت بیان کیجئے (1)۔ اسم صلہ زائد ہے مقصود مسمی کی عظمت بیان کرنا ہے جس طرح لبید نے کہا:

إلى الحولِ ثم اسمُ السلامِ عليكما (2)

ایک سال تک روتی رہو پھر تمہیں امن و سکون آئے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے اپنے رب کی، بری بات اور ملحد جو کچھ اس کے بارے میں کہتے ہیں اس سے پاکی بیان کرو۔ طبری نے یہ ذکر کیا ہے کہ معنی ہے: اپنے رب کی اس بات سے پاکی بیان کرو (3) کہ تو یہ نام کسی اور کے لیے منتخب

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 251
2۔ ایضاً
3۔ ایضاً

کرے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اپنے رب کے نام اور اس کے ذکر کو پاک کرو اس طرح کہ تو اس کا ذکر کرے تو خشوع کا اظہار کرنے والا اور تعظیم بجالانے والا ہو۔ اس کا ذکر محترم ہے۔ علماء نے اسم کو تسمیہ کے معنی میں لیا ہے، اولی یہ ہے کہ اسم، مسمی کے معنی میں ہو۔ نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے: تو علی اسم اللہ نہ کہہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی اعلیٰ ہے۔

ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ معنی ہے اپنے بزرگ و برتر رب کے حکم سے نماز ادا کرو کہا: تو یہ کہے سُبحان رَبِّیَ الأعلیٰ۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر، حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب وہ اس سورت کی قراءت کا آغاز کرتے تو وہ کہتے: سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ تا کہ اس امر کی اطاعت ہو جائے جو اس سورت کے آغاز میں ہے(1) اس لیے قراءت میں ان کی اقتدا کرنا پسندیدہ ہے اس لیے نہیں کہ سُبحان رَبِّیَ الأعلیٰ قرآن حکیم کا حصہ ہے جس طرح بعض کج رو لوگ کہتے ہیں(2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت ابی کی قراءت میں ہے سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی یہی پڑھا کرتے تھے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت کو پڑھتے تو کہتے سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ۔(3)

ابوبکر اور انباری نے کہا: مجھے محمد بن شہریار نے انہوں نے حسین بن اسود سے انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی حماد سے انہوں نے عیسیٰ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی شیر خدا نے نماز میں اس سورت کو پڑھا تو کہا: سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ جب نماز ختم ہوئی تو ان سے عرض کی گئی: اے امیر المومنین! کیا آپ قرآن میں اضافہ کرتے ہیں؟ پوچھا: وہ کیا؟ لوگوں نے کہا: سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ۔ فرمایا: تمہیں ایک چیز کا حکم دیا گیا پس میں نے وہ کہا ہے۔

عقبہ بن عامر جہنی سے مروی ہے: جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اسے تم اپنے سجدہ میں رکھ لو''(4) یہ سب دلائل اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اسم سے مراد مسمی ہے کیونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا: سبحان اِسم رَبِّیَ الأعلیٰ۔

ایک قول یہ کیا گیا: سب سے پہلے جس نے سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ کہا وہ حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے فرمایا: ''جس آدمی نے نماز یا غیر نماز میں سبحان رَبِّیَ الأعلیٰ کہا اس کا ثواب کیا ہے؟'' حضرت جبرئیل امین نے عرض کی: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم جو مومن مرد یا مومن عورت سجدہ میں یا غیر سجدہ میں کہے تو یہ کلمہ اس کے میزان میں عرش، کرسی اور دنیا کے پہاڑوں سے بڑھ کر بھاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے بندے نے سچ کہا ہے میں سب چیزوں پر غالب ہوں اور مجھ پر کوئی چیز غالب نہیں اے میرے فرشتو! گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا ہے اور اسے جنت میں داخل کر دیا ہے جب ایسا بندہ فوت ہوتا ہے تو حضرت میکائیل ہر روز اس کی زیارت کرتے ہیں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اسے اپنے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 252 2۔ ایضاً 3۔ کنز العمال، کتاب الاذکار، فصل فی ادب التلاوۃ، جلد 2، صفحہ 321، 4129

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ما یقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ، جلد 1، صفحہ 126۔ ایضاً، حدیث نمبر 736، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب التسبیح فی الرکوع والسجود، حدیث نمبر 876، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

پروں پر بٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے۔ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! اس کے حق میں میری سفارش قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے اس کے بارے میں تیری شفاعت قبول کی اسے جنت کی طرف لے جا۔

حضرت حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے اپنے برتر رب کے لیے نماز پڑھ (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ساتھ نماز پڑھو نہ کہ مشرکین کی طرح نماز پڑھو جو سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اپنے رب کا ذکر کرتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کیجئے۔ جریر نے کہا:

قَبَّحَ اللہ وُجوہ تغلِبَ کلّما سَبَّحَ الحجیجُ وکبّروا تکبرا

اللہ تعالیٰ تغلب کے وجوہ کو رسوا کرے جب بھی حاجی اس کے ذکر کے ساتھ آواز بلند کریں اور تکبیر کہیں۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ۙ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ۙ وَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ؕ

''جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر (ظاہری و باطنی قوتیں دے کر) درست کیا اور جس نے (ہر چیز کا) اندازہ مقرر کیا پھر اسے راہ دکھائی اور جس نے زمین سے چارا نکالا پھر اس کو بنا دیا کوڑا سیاہی مائل''۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ تسویہ کا معنی سورۃ الانفطار اور دوسری صورتوں میں گزر چکا ہے یعنی جو بنایا اس کو درست بنایا اس کی تخلیق میں کوئی بھدا پن نہیں ہے۔ زجاج نے کہا: اس کی قدو قامت کو مناسب بنایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: جو پیدا کیا اس کو حسین بنایا۔ ضحاک نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو ان کی خلقت کو مناسب کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آباء کی پشتوں میں پیدا کیا اور ماؤں کے رحموں میں درست کیا (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اجسام کو بنایا اور ذہنوں کو درست کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انسان کو بنایا اور اسے مکلف بنانے کے لیے تیار کیا۔

وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ حضرت علی شیر خدا، سلمی اور کسائی نے اسے قَدَر پڑھا ہے جب کہ باقی قراء نے اسے مشدد پڑھا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی ہر ایک شکل مقدر کی اور اس کو تیار کیا اور اس کی راہنمائی کی۔ مجاہد نے کہا: شقاوت اور سعادت کو مقدر کیا اور ہدایت اور گمراہی کی طرف راہنمائی کی (3)۔ ان سے ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ انسان کی ہدایت اور سعادت کی طرف راہنمائی کی اور چوپاؤں کی چراگاہوں کی طرف راہنمائی کی۔ ایک قول یہ کیا: ان کے رزق کو مقدر کیا اگر وہ انسان تھے تو ان کی معاش کی طرف ان کی راہنمائی کی اور اگر چوپائے تھے تو ان کی چراگاہوں کی طرف ان کی راہنمائی کی۔ حضرت ابن عباس، سدی، مقاتل اور کلبی نے فهدی کے بارے میں یہ قول کیا ہے کہ مخلوق کو پہچان کرائی گئی کہ مذکر، مونث کے پاس کیسے آئے جس طرح سورۂ طٰہٰ میں اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝ کے ضمن میں بیان فرمائی۔ یعنی مذکر کی مونث کی طرف راہنمائی کی۔ عطا نے کہا: ہر جانور کے لیے وہ بنایا جو اس کے لیے مناسب تھا اور اس کی اس چیز کی طرف راہنمائی کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اشیاء میں منافع کو پیدا کیا اور انسان کی راہنمائی کی کہ وہ کس طرح ان منافع کو حاصل کریں۔ ایک

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 279 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 252 3۔ ایضاً

قول یہ کیا گیا ہے: ہر حیوان کے لیے اس چیز کو مقدر کیا جو اس کے لیے موزوں تھا اور اس کی اس طرح راہنمائی کی اور اس سے نفع اٹھانے کا طریقہ بتایا۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ سانپ کی عمر جب ایک ہزار سال ہو جاتی ہے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے الہام کرتا ہے کہ وہ تر سمار کے پتوں کے ساتھ اپنی آنکھ کو ملے تو اس کی نظر اس کی طرف لوٹ آئے گی بعض اوقات وہ خشک علاقہ میں ہوتا ہے اس کے اور ریف کے درمیان کئی دنوں کی مسافت ہوتی ہے وہ اس مسافت کو طوالت اور اندھا ہونے کے باوجود طے کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کسی باغ میں سمار کے درخت تک جا پہنچتا ہے وہ اس میں کوئی غلطی نہیں کرتا اس کے ساتھ اپنی آنکھ رگڑتا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی آنکھ نور والی ہو جاتی ہے۔

انسان کی جو اس کی مصالح کی طرف راہنمائی کی جاتی ہے اور اس کے حوائج کی طرف جو راہنمائی کی جاتی ہے وہ کسی حد و شمار میں نہیں وہ غذاؤں سے متعلق ہو، دواؤں سے متعلق ہو، دنیا کے معاملات سے ہو یا دین کے معاملات میں سے ہو۔ چوپاؤں، پرندوں اور حشرات الارض کے الہامات کا باب بہت وسیع و عریض ہے کسی بیان کرنے والا کا وصف اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ فسبحان رَبِّیَ الأعلیٰ۔

سدی نے کہا: جنین کے لیے رحم میں نو ماہ کی مدت کو مقدر کیا کچھ کم اور کچھ زائد پھر رحم سے نکلنے کا طریقہ بتایا۔ فراء نے کہا: یعنی مقدر کیا پس ہدایت دی اور گمراہ کیا۔ ان دو چیزوں میں سے ایک کے ذکر پر اکتفا کیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل: 81) ایسے لباس جو بچاتے ہیں تمہیں گرمی سے۔ یہ بھی احتمال موجود ہے کہ اس کا معنی ہو ایمان کی طرف دعوت دی جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ (الشوریٰ) بے شک آپ راہ مستقیم کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اور سب کو ایمان کی طرف دعوت دی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے افعال کے ذریعہ اپنی توحید پر راہنمائی کی اور اپنے عالم اور قادر ہونے کی راہنمائی کی۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس نے دال کو مشدد پڑھا ہے تو وہ اسے تقدیر سے مانتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ (الفرقان) اور ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا اندازہ لگایا۔ اور جس نے اسے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے تو احتمال موجود ہے کہ وہ تقدیر سے ہو اور دونوں کا معنی ایک ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ قدرت اور ملک کے معنی میں ہو، یعنی وہ اشیاء کا مالک ہے اور جس کے بارے میں اسے ہدایت دی۔

میں کہتا ہوں: میں نے اپنے ایک شیخ سے سنا وہ کہتے: الذی خلق فسوّی وقدر فھدی یہ علو کی تفسیر ہے جو تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے جلال کے مناسب ہے۔

وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾ جس نے نباتات اور سبز گھاس نکالی۔ شاعر نے کہا:

وقد ینبتُ المرعَی علی دِمَنِ الثّری (1)

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 252

بعض اوقات کھیتی گوبروالی زمین پر پیدا ہو جاتی ہے۔

فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝ غُثَآءً سے مراد وہ چیز ہے جسے سیلاب وادی کی اطراف پر پھینک دیتا ہے وہ گھاس ہو، نباتات ہو یا چھوٹے چھوٹے ریزے ہوں، اسی طرح جب یہ لفظ مشدد استعمال ہو۔ اس کی جمع اغثاء آتی ہے۔ قتادہ نے کہا: غُثَآءً سے مراد خشک چیز ہے سبزی اور گھاس جب ٹکڑے ٹکڑے اور خشک ہو جائے تو اسے غُثَآءً کہتے ہیں، جس طرح کہا:

كَأنّ طَمِيَةَ الْمُجَيْمِرِ غُدْوَةً من السَّيْلِ والْأَغْثاء فَلْكَةُ مِغْزَلِ

گویا مجیمر کا پہاڑ اس صبح سیلاب اور گھاس پھوس کی وجہ سے چرخے کا ٹکڑا تھا۔

اہل لغت نے یہ حکایت بیان کی ہے: غثا الوادي وجفا اسی طرح پانی ہے جب اس پر جھاگ اور چھوٹے چھوٹے ذرات غالب آجائیں جن سے نفع نہ اٹھایا جا سکتا ہو۔ احوی کا معنی سیاہ ہے یعنی نباتات زیادہ سبز ہونے کی وجہ سے سیاہی مائل ہوتی ہیں جس طرح ایک چیز سیاہ ہوتی ہے۔ حوۃ کا معنی سیاہ ہے۔

صحاح میں ہے: حوۃ کا معنی ہونٹ کا گندم گوں ہونا ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: رجل أحوى، إمرأة حوّاء، وقد حويت. بعير أحوى۔ جب اس کی سبزی میں سیاہی اور زردی مل جائے۔ احوی کی تصغیر أُحيوآتی ہے یہ اس کی لغت کے مطابق ہے جو أسيود کہتا ہے۔

پھر یہ کہا گیا ہے: یہ جائز ہے کہ اَحْوٰى، الْمَرْعٰى سے حال ہو اس کا معنی ہوگا اس کے انتہائی سرسبز ہونے کی وجہ سے اسے سیاہی مائل سمجھا جاتا ہے تقدیر کلام یہ ہوگی أخرج المرعى أحوى فجعله غثاء یہ جملہ بولا جاتا ہے: حوى النبت؛ یہ کسائی نے بیان کیا ہے اور کہا:

وغَيْثٍ من الوسْمِيِّ حُوٍّ تِلاعُه

موسم بہار کی پہلی بارش کی وجہ سے اس کے ٹیلے سیاہ ہیں۔

یہ بھی جائز ہے کہ اَحْوٰى، غُثَآءً کی صفت ہو۔ اس کا معنی ہوگا وہ سرسبز و شاداب ہونے کے بعد اس طرح ہو گئی۔ ابو عبیدہ نے کہا: اس کے جلنے اور پرانا ہونے کی وجہ سے سیاہ بنا دیا۔ تر چیز جب خشک ہو جاتی ہے تو وہ سیاہ ہو جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید نے کہا: اس نے سبز چراگاہ نکالی، پھر جب خشک ہوئی تو اس کے جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو گئی اور غُثَآءً بن گئی جسے ہوائیں اور سیلاب کا پانی بہا کر لے جاتا ہے۔ یہ ضرب المثل ہے جو اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے بیان فرمائی ہے کیونکہ دنیا تروتازگی کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى ۝ وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝

"ہم خود آپ کو پڑھائیں گے پس آپ اسے نہ بھولیں گے بجز اس کے جو اللہ چاہے، بے شک وہ جانتا ہے ظاہر کو اور جو چھپی ہوتی ہے۔ اور ہم سہل بنا دیں گے آپ کے لیے اس آسان (شریعت) پر عمل"۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۝ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہم تجھے قرآن پڑھائیں گے اور تجھے تعلیم دیں گے اور آپ نہ بھولیں گے یعنی آپ یاد رکھیں گے؛ یہ ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی کہ اس نے اسے واضح نشانی عطا فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بھی پڑھتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں نہ لکھنا سیکھا اور نہ پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یاد رکھتے ہیں اور اسے بھولتے نہیں۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے ڈر سے اسے یاد کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا: میں تجھے اس کی جانب سے کافی ہوں۔ مجاہد اور کلبی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب جبریل امین وحی لاتے ابھی جبریل امین آیت کے آخر سے فارغ نہ ہوتے یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آیت کا ابتدائی حصہ پڑھتے اس خوف سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھول ہی نہ جائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ہم آپ کو پڑھائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہ بھولیں گے میں اس کی جانب سے تجھے کافی ہوں۔ اس تعبیر کی بنا پر جو قول فراء نے کیا ہے استثناء کی صورت یہ ہوگی۔ الا ماشاء اللہ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بھولیں، جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (ہود: 107) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین موجود ہیں مگر جب تیرا رب چاہے۔ اور وہ ایسا نہیں چاہے گا۔

کلام عربی میں بھی یوں بات کی جاتی ہے: لأعطيتك كل ما سألت إلا ما شئت میں تجھے ضرور عطا کروں گا جو تو مجھ سے سوال کرے گا مگر جو میں چاہوں۔ یعنی جو تو سوال کرے گا میں تجھے ضرور دوں گا مگر جو میں روکنا چاہوں گا جب کہ نیت یہ ہو کہ وہ اس سے کوئی چیز نہ روکے گا۔ قسموں میں یہی طریقہ مروج ہے ان میں سے کسی چیز کی استثناء کی جاتی ہے جبکہ قسم اٹھانے والے کی نیت ہوتی ہے کہ وہ اس کو مکمل کرے گا۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نزول کے بعد نہ بھولے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوا مگر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

سعید نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز نہ بھولتے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہتا۔ ان اقوال کی بنا پر یہ قول کیا گیا ہے: مگر جو اللہ چاہے کہ بھولیں۔ مگر اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بھولے۔ ایک قول یہ کیا گیا: مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ بھولیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں یاد آجاتا تھا جب بھی آپ بھولتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد آجاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلی طور پر نہ بھولا کرتے تھے۔ ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ایک آیت کو چھوڑ دیا حضرت ابی نے گمان کیا کہ وہ منسوخ ہوگئی ہے حضرت ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں بھول گیا تھا''۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ نسیان سے مشتق ہے معنی یہ ہوگا مگر جو اللہ تعالیٰ تجھے بھلانا چاہے۔ پھر یہ کہا گیا ہے کہ یہ نسخ کے معنی میں ہے پھر معنی یہ ہوگا مگر جو اللہ تعالیٰ منسوخ کردے۔ استثناء بھی نسخ کی ایک صورت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ نسیان کا معنی ترک کرنا ہے معنی یہ ہوگا اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے گا کہ آپ کسی عمل کو ترک کریں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے کہ آپ اسے ترک کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کردیا۔ یہ عمل کا نسخ ہوگا اور پہلا معنی قراءت کے نسخ کے بارے میں

ہوگا۔ فرغانی نے کہا: جنید بغدادی کی مجلس میں ایک صاحب علم آتا اور ابن کیسان نحوی بھی آتا تھا وہ ایک جلیل القدر انسان تھے ایک دن ابن کیسان نے کہا: اے ابا القاسم! آپ اللہ تعالیٰ کے فرمان سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو انہوں نے جلدی جواب دیا گویا ان سے پہلے کئی دفعہ سوال ہو چکا تھا: اس پر عمل کرنا نہیں بھولتے۔ ابن کیسان نے کہا: اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو سلامت رکھے تجھ جیسے آدمی کی گفتگو سے اپنی رائے سے پھرا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں لا نفی کے لیے ہے نہی کے لیے نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لا نہی کے لیے ہے فعل کے آخر میں یا اس لیے ثابت ہے کیونکہ آیات کے سرے اس طرح ہیں معنی یہ ہوگا اس کی قراءت اور تکرار سے غافل نہ ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھول جائیں مگر جو اللہ تعالیٰ اسے بھلا دے اس کی وجہ یہ ہو کہ کسی مصلحت کے تحت اس کی تلاوت منسوخ کر دی۔

پہلا نقطہ نظر پسندیدہ ہے کیونکہ نہی سے استثناء نہیں ہوگی مگر وہ موقت اور معلوم ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے یاء تمام مصاحف میں موجود ہے اس پر قراء کا اتفاق ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے مگر اللہ تعالیٰ جس کے نازل کرنے کو مؤخر کر دے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اسے غُثَآءً اَحْوٰى بنا دیا مگر جسے انسان اور حیوان کھا لیں کیونکہ وہ چیز اس طرح نہیں ہوتی۔

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى ۞ جھر سے مراد اعلانیہ قول اور عمل ہے اور یَخْفٰى سے مراد رات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے مراد ہے جو تیرے دل اور نفس میں مخفی ہے۔ محمد بن حاتم نے کہا: اللہ تعالیٰ صدقہ کے اظہار اور اس کے اخفاء کو جانتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جھر سے مراد ہے جو تو نے اپنے سینے میں قرآن کو محفوظ کیا ہے(1) اور مَا يَخْفٰى سے مراد ہے جو تیرے سینے سے مٹا دیا گیا ہے۔

وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۞ اس کا عطف سَنُقْرِئُكَ پر ہے اور اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا يَخْفٰى درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ یسریٰ کا معنی ہے آسان راستہ۔ یہ بھلائی کا عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم تجھے اچھا عمل کرنے کی توفیق دیں گے(2)۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یسریٰ سے مراد جنت ہے(3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہم تجھے شریعت یسریٰ کی توفیق دیں گے اس سے مراد حَنِيفِيَّه سَمْحَة سَهْلَة ہے ایسی شریعت جس میں یہ صلاحیتیں موجود ہیں؛ یہ ضحاک نے معنی بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہم آپ پر وحی کو آسان کر دیں گے یہاں تک کہ آپ یاد کر لیں گے اور اس پر عمل کر لیں گے۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۞

"پس آپ نصیحت کرتے رہیے اگر نصیحت فائدہ مند ہو"۔

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی قوم کو قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت نفع دے۔ یونس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے: یہ مومن کے لیے نصیحت اور کافر کے خلاف دلیل ہے(4)۔ حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے: یہ میرے دوستوں کو نفع دیتی ہے اور میرے دشمنوں کو نفع نہیں دیتی۔ جرجانی نے کہا: نصیحت کرنا واجب ہے اگرچہ وہ نفع نہ دے اس

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 253 2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 254 3۔ ایضاً 4۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 279

کا معنی یہ ہے نصیحت کیجئے اگر نصیحت نفع دے یا نصیحت نفع نہ دے تو کلام میں حذف ہے جس طرح ارشاد ہے: سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ (النحل: 81) پائجامے تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مخصوص افراد کے لیے ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ان، ما کے معنی میں ہے۔ یعنی آپ نصیحت کریں جب تک نصیحت نفع دے تو ان، ما مصدریہ کے معنی میں ہوگا (1) شرط کے معنی میں نہیں کیونکہ نصیحت ہر حال میں نفع دینے والی ہے۔ ابن شجرہ نے کہا: بعض علماء عربیہ نے کہا ان، اذ کے معنی میں ہے یعنی جب وہ نفع دے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران) تمہیں غالب ہو جب تم مومن ہو۔ یہاں بھی اِنْ، اذ کے معنی میں ہے یعنی تم غالب ہو جب تم مومن ہو۔ ان کے غالب آنے کی خبر نہیں دی گئی مگر ایمان لانے کے بعد وہ غالب ہوں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ اِنْ، قد کے معنی میں ہے۔

سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝

''سمجھ جائے گا جس کے دل میں (خدا کا) خوف ہوگا''۔

جو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے وہ نصیحت حاصل کرے گا۔ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت ابن ام مکتوم کے حق میں نازل ہوئی۔ ماوردی نے کہا: جو آدمی اس سے امید رکھتا ہے وہ بھی نصیحت حاصل کرتا ہے مگر ڈرنے والے کا نصیحت حاصل کرنا امید رکھنے والے کے نصیحت حاصل کرنے سے زیادہ بلیغ ہے (2)۔ اس وجہ سے یہاں تذکرہ کو خشیت کے ساتھ معلق کیا ہے رجا کے ساتھ معلق نہیں کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے آپ وعظ و نصیحت ہر کسی کو کریں اگرچہ وعظ اسے نفع دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے لیکن تجھے دعوت کا ثواب تو مل جائے گا؛ یہ قشیری نے بیان کیا ہے۔

وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝

''اور دور رہے گا اس سے بدبخت جو (بالآخر) بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر نہ وہ وہاں مرے گا اور نہ جیے گا''۔

وہ آدمی جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بدبخت ہے وہ نصیحت سے اجتناب کرے گا اور اس سے دور رہے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئیں۔

کبریٰ سے مراد بڑی آگ ہے، یہ جہنم کے طبقوں میں سے سب سے نچلا طبقہ ہے؛ یہ فراء نے کہا۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے (3): کبریٰ سے مراد جہنم کی آگ ہے اور صغریٰ سے مراد دنیا کی آگ ہے؛ یہ یحییٰ بن سلام کا قول ہے۔

وہ نہ مرے گا کہ عذاب سے آرام پائے اور نہ ایسی زندگی پائے گا جو اسے نفع دے، جس طرح شاعر نے کہا:

اَلا ما لِنَفْسٍ لاتموتُ فینقضی عَناها ولا تحیا حیاۃً لها طَعَمُ (4)

خبردار! نفس کے لیے موت نہ ہوگی کہ اس کی مشقت ختم ہو جائے اور نہ اس کے لیے ایسی زندگی ہے جس کے لیے کھانا ہو۔

سورۃ النساء اور دوسری سورت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ مومنوں میں سے موحد جب جہنم

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 254 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 280 4۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 255

میں داخل ہوں گے۔ فراء کے قول کے مطابق: یہ نار صغریٰ ہوگی وہ اس میں جل جائیں گے اور اس سے مرجائیں گے یہاں تک کہ ان کے حق میں شفاعت قبول کی جائے گی؛ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بدبخت لوگ اپنی بدبختی میں مختلف ہوتے ہیں۔ یہ وعید بدبخت ترین کے لیے ہے اگر کوئی شقی ہوگا تو اس رتبہ کو نہ پہنچے گا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝

"بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا"۔

اس میں تین مسائل ہیں:

تزکّی سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر1۔ قَدْ اَفْلَحَ جس نے ایمان کے ذریعے شرک سے پاکیزگی حاصل کی اس نے جنت میں بقا کو پا لیا(1)؛ حضرت حضرت ابن عباس، عطا اور عکرمہ کا قول ہے۔ حضرت حسن بصری اور ربیع نے کہا: جس کا عمل بڑھنے والا تھا اس نے کامیابی حاصل کی (2)۔ معمر نے قتادہ سے ذکر کیا ہے: جس نے اچھے عمل کے ذریعے تزکیہ کیا۔ ان سے، عطا سے اور ابو العالیہ سے مروی ہے: یہ حکم صدقہ فطر کے بارے میں نازل ہوا۔

ابن سیرین نے کہا: وہ نکلا اور صدقہ فطر کی ادائیگی کے بعد نماز ادا کی۔ عکرمہ نے کہا: آدمی کہا کرتا تھا میں صدقہ فطر اپنی نماز سے پہلے ادا کرتا ہوں۔ سفیان نے کہا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَدْ اَفْلَحَ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: یہ صدقہ فطر اور نماز عید کے متعلق ہے۔ ابو العالیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور کہا: اہل مدینہ اس سے اور پانی پلانے سے بہتر کوئی صدقہ خیال نہ کرتے تھے۔ کثیر بن عبد اللہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى سے مراد ہے جس نے صدقہ فطر دیا، وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى سے مراد ہے جس نے عید کی نماز پڑھی"۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک نے کہا: جس نے راستے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور نماز عید پڑھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ہے تمام اموال کی زکوٰۃ دی؛ یہ ابو احوص اور عطا کا نقطہ نظر ہے۔ ابن جریج نے روایت نقل کی ہے کہ میں نے عطا سے کہا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى صدقہ فطر کے لیے ہے؟ فرمایا: یہ تمام تر صدقات کے لیے ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد اعمال کی زکوٰۃ ہے، اموال کی زکوٰۃ مراد نہیں یعنی اس نے اپنے اعمال کو ریاکاری اور کوتاہی سے پاک کیا کیونکہ اکثر مال کے بارے میں کہا جاتا ہے: اس نے زکوٰۃ دی پاکیزہ نہ ہوا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کا معنی ہے جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا اور انداد کا قلادہ اپنے گلے سے اتار پھینکا اور یہ گواہی دی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تَزَكّٰى کا معنی ہے جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ عطا نے ان سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفان کے حق میں نازل ہوئی کہ مدینہ طیبہ میں ایک منافق تھا اس کا مدینہ طیبہ میں ایک کھجور کا درخت تھا جو

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 255 2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 280

ایک انصاری کے گھر میں جھکا ہوا تھا جب ہوا چلتی تو کچی اور پکی کھجوریں انصاری کے گھر میں گر جاتیں۔ وہ انصاری اور اس کے گھر والے ان کو کھاتے منافق نے اس انصاری سے جھگڑا کیا اس صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس منافق کو بلا بھیجا جب کہ اس کا نفاق ظاہر نہ تھا فرمایا: ''تیرے انصاری بھائی نے ذکر کیا ہے کہ تیری کچی اور پکی کھجوریں اس کے گھر میں گرتی ہیں جنہیں وہ اور اس کے گھر والے کھاتے ہیں کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ میں اس کھجور کے بدلے جنت میں تجھے کھجور کا درخت دے دوں؟'' اس منافق نے کہا: میں موجودہ مال کو موخر مال کے بدلے میں بیچ دوں میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس ایک کھجور کے بدلے کھجوروں کا ایک باغ عطا فرمایا تو آپ کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی اور منافق کے بارے میں وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ نازل ہوئی۔ ضحاک نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی (1)۔

صدقۂ فطر مراد لینے کی صورت میں تاویل

مسئلہ نمبر 2۔ ہم نے سورۂ بقرہ میں صدقہ فطر کی بحث مکمل کر دی ہے یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے مکہ مکرمہ میں نہ عید تھی نہ صدقہ فطر تھا۔ قشیری نے کہا: یہ کوئی بعید نہیں کہ اس آدمی کی تعریف کی گئی ہو جو زمانہ مستقبل میں فطر اور صلاۃ عید کا امر بجالانے والا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے نام کے ذکر اور نماز پڑھنے سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 3۔ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ اس نے اپنے رب کا ذکر کیا۔ عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہا: ارادہ یہ کیا ہے کہ اس کے معاد اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے موقف کا ذکر کرے پس اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کی نماز پڑھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نماز کے شروع میں تکبیر کہہ کر اس کے رب کا نام ذکر کیا کیونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر منعقد نہیں ہوتی۔ وہ یہ قول ہے اللہ اکبر اس وجہ سے شروع میں تکبیر کے واجب ہونے کا استدلال کیا جاتا ہے اور یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ نماز کا جز نہیں کیونکہ نماز کا اس پر عطف کیا گیا ہے، اس میں اس آدمی کے لیے دلیل موجود ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر نام کے ساتھ نماز شروع کرنا جائز ہے۔ فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں اس بارے میں گفتگو ہو چکی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ عید کی تکبیرات ہیں۔ ضحاک نے کہا: عید گاہ کے راستہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اس نے نماز عید پڑھی۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ اس کا معنی ہے کہ وہ نماز کے وقت دل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، اس کے عتاب سے ڈرے، اس کے ثواب کی امید رکھے تا کہ نماز کے پورے پورے حقوق ادا کرے اور اس میں خشوع و خضوع کرے جیسا اس کا خوف اور اس کی امید ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ ہر سورت کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے کرے اور نماز پڑھے اور ذکر کرے۔ ان دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں اكْرَمْتَنِي فَزُرْتَنِي، زُرْتَنِي فَاكْرَمْتَنِي۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 255

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ فرض نماز کے بارے میں ہے وہ پانچ نمازیں ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد دعا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی ضروریات کے بارے میں دعا کی۔ ایک قول یہ کیا: اس سے مراد عید کی نماز ہے: یہ حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابن عمر اور دوسرے علماء کی رائے ہے (1)، یہ پہلے گزر چکا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد نفلی نماز پڑھے: یہ ابو احوص کا نقطہ نظر ہے، عطا کے قول کا مقتضا بھی یہی ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کی کوئی نماز نہیں۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝

''البتہ تم لوگ دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو''۔

یہ عام قراء کی قراءت ہے اس کی تصدیق حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی کرتی ہے بل أنتم توثرون۔ ابو عمرو اور نصر بن عاصم نے اسے بل یؤثرون یاء کے ساتھ پڑھا ہے تقدیر کلام یہ ہے بل یوثرون الأشقون الحیاۃ الدنیا پہلی تعبیر کی صورت میں معنی یہ ہوگا بلکہ اے مسلمانو! تم دنیا کی کثرت چاہتے ہو تاکہ تم زیادہ ثواب حاصل کر سکو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی اور پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ ہم نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہے؟ کیونکہ دنیا حاضر ہے اس کی پاکیزگیاں، اس کا کھانا، اس کا مشروب، اس کی لذت اور رونقیں جلدی نصیب ہوتی ہیں جب کہ آخرت ہم سے غائب ہے پس ہم نے دنیا کو لے لیا اور آخرت کو ترک کر دیا۔

ثابت نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم حضرت ابو موسیٰ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جبکہ لوگ باتیں کر رہے تھے اور دنیا کا ذکر کر رہے تھے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا: اے انس! ان لوگوں میں سے ہر ایک اپنی جان کے ساتھ چمڑے کو کاٹ کر رکھ دے گا آؤ ہم اپنے رب کا ذکر کریں پھر کہا: اے انس! کس چیز نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روک لیا ہے؟ میں نے کہا: دنیا اور شہوات نے۔ فرمایا: نہیں دنیا کو پہلے لیا گیا ہے اور آخرت کو غائب کر دیا گیا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر یہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھتے تو نہ کسی چیز کو اس کا ہم پلہ قرار دیتے اور نہ ہی شکایت کرتے۔

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝

''حالانکہ آخرت کہیں بہتر ہے اس سے اور باقی رہنے والی ہے''۔

دار آخرت یعنی جنت افضل ہے اور دنیا کے مقابلہ میں دائمی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما الدنیا فی الآخرۃ إلا کما یضع أحدکم إصبعہ فی الیم فلینظر بما یرجع دنیا آخرت کے مقابلہ میں اس قدر ہے جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنی انگلی سمندر میں رکھے تو وہ دیکھے انگلی کیا چیز لے کر آتی ہے۔ یہ روایت بھی گزری ہے۔ مالک بن دینار نے کہا: اگر دنیا سونے کی ہوتی جو ختم ہو جاتا ہے اور آخرت ٹھیکری کی ہوتی جو باقی رہتی ہے تو ضروری ہے کہ باقی رہنے والی ٹھیکری کو فانی ہونے پر ترجیح دی جائے۔ فرمایا: تو پھر کیا حال ہے جب کہ آخرت سونے کی ہے جو باقی رہنے والی ہے اور دنیا ٹھیکری کی ہے جو فنا ہونے والی ہے۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 6، صفحہ 255

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾

''یقیناً یہ (سب کچھ) اگلے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں''۔

قتادہ اور ابن زید نے کہا: اسم اشارہ سے مراد وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ ہے دونوں نے کہا: جس طرح تم سنتے ہو اللہ تعالیٰ کی کتب میں تواتر سے یہ بات آتی ہے کہ آخرت دنیا کے مقابلہ میں بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

حضرت حسن بصری نے کہا کہ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ سے مراد اللہ تعالیٰ کی تمام کتب ہیں (1)۔ کلبی نے کہا: اس سے مراد قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ سے لے کر آخر تک ہے۔ یہ تعبیر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے ہے جو ابھی آ رہی ہے۔ ضحاک نے کہا کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں ہے۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾ سے مراد وہ کتابیں ہیں جو ان پر نازل ہوئیں ان سے یہ مراد نہیں کہ بعینہ یہی الفاظ ان صحیفوں میں تھے بلکہ مقصود معنی ہے یعنی اس کلام کا معنی ان صحیفوں میں تھا۔ آجری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صحف ابراہیم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''وہ سب امثال تھیں اے بادشاہ جس نے تسلط جمایا ہوا ہے آزمائش میں مبتلا ہے اور دھوکہ میں ڈالا گیا ہے میں نے تجھے اس لیے دنیا میں نہیں بھیجا کہ تو دنیا کو ایک دوسرے کے اوپر جمع کرے بلکہ میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تو مظلوم کی دعا کو مجھ سے لوٹائے میں اس کی دعا کو نہیں لوٹاؤں گا اگرچہ وہ کافر کے منہ سے نکلے اس سے مراد امثال تھیں عقل مند پر لازم ہے کہ اس کی تین گھڑیاں ہوں۔ ایک گھڑی میں وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرے، ایک ساعت ایسی ہو جس میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں غور و فکر کرے، ایک ساعت ایسی ہو جس میں وہ اپنے کھانے پینے کا اہتمام کرے۔ دانشمند پر لازم ہے کہ وہ تین چیزوں کے سوا کسی کے لیے سفر نہ کرے آخرت کے لیے زاد راہ، زندگی کو بہتر بنانے کے لیے، حلال چیز میں لذت پانے کے لیے۔ دانشمند پر یہ بھی لازم ہے وہ اپنے زمانہ پر نظر رکھتا ہو، اپنی حالت کی طرف متوجہ ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو آدمی زبان کو بھی اپنے اعمال میں شمار کرتا ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے مگر جو اس کے لیے معاون ہو''۔

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا ہیں؟ فرمایا: ''سب عبرت آموز باتیں تھیں۔ میں تعجب کا اظہار کرتا ہوں اس آدمی پر جو موت کا یقین رکھتا ہے کہ وہ کیسے خوش رہتا ہے، میں تعجب کا اظہار کرتا ہوں اس آدمی پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے تو وہ کیسے تھکتا ہے؟ اور میں تعجب کا اظہار کرتا ہوں کہ جو دنیا اور اس کے تغیر کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے اس پر مطمئن ہو جاتا ہے؟ میں متعجب ہوتا ہوں اس آدمی پر جو حساب پر یقین رکھتا ہے پھر وہ عمل نہیں کرتا''۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں جو کچھ تھا کیا اس میں سے ہمارے پاس بھی کچھ ہے؟ فرمایا: ''ہاں ابوذر پڑھو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى ﴿۱۹﴾''۔

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 280